وضعِ حدیث (حدیث گھڑنے) کی ابتدا

اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اُس کی روک تھام کی کوششیں

مولوی محمد ارشاد
متخصص جامعہ

تمہید

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کفارِ مکہ کے درمیان کئی نسبتوں کی حامل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کے درمیان صادق وامین، فیصل وثالث، اور وفاءِ عہد جیسی کئی اہم نسبتوں سے متّصف ومعروف تھے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی مبارک کئی نسبتوں کی حامل تھی، لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور رسولِ خدا ہونے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استاذ ومعلم بھی تھے، مربی ومرشد بھی تھے، تمام انسانوں سے زیادہ محبوب تھے، نمونۂ حیات اور اُسوۂ حسنہ بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل ان کے لیے ان کی زندگی میں جزء ترکیبی کی حیثیت رکھتا تھا، جس کے لیے وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہا کرتے تھے، لہٰذا جب یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو شریعت کا جزء بنالیا جاتا، جس کی گواہی خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی دی کہ:

”وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا“ (۱)

ترجمہ: ”اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعمومِ الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رُک جایا کرو۔“

ایک ادنیٰ انسان بھی اپنی طرف جھوٹی بات کی نسبت کو برداشت نہیں کرسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی جو اتنی نسبتوں اور اہمیتوں کی حامل ہیں، یہ کس طرح گوارہ کریں گے کہ ان کی اَن کہی بات کو ناپاک

مقاصد کے پیشِ نظر ان کی طرف منسوب کر کے شریعت کا جزء بنالیا جائے، چنانچہ آنے والے زمانے میں اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: ’’إنَّ كذبا عليّ ليس ككذبٍ علىٰ أحدٍ‘‘،(۲) یعنی ’’مجھ پر جھوٹ بولنا (سنگینی کے اعتبار سے) کسی عام شخص پر جھوٹ باندھنے جیسا نہیں ہے۔‘‘

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وعید کے طور پر فرمایا: ’’من كذب عليّ متعمّداً فليتبوّأ مقعدهٗ من النّار‘‘،(۳) یعنی ’’جس نے مجھ پر افتراء بازی کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنادے۔‘‘

ان ارشادات کا مقصد یہ تھا کہ کوئی بدنیت انسان اپنی کہی ہوئی بات کی تشہیر وترویج کے لیے اور اس کو شریعت کا جزء بنانے کی فاسد نیت سے حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہ کرے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے بھی احتیاط کے پہلوؤں کو اختیار کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظِ حدیث کی بھی ترغیب دی، اور حدیث کو پہنچانے میں الفاظ کے تغیر وتبدیلی سے حفاظت کی بھی ترغیب دی، ارشاد فرمایا:

’’نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَ بَلَّغَهَا‘‘،(۴)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے اس شخص کو جس نے میری بات سنی، پھر اس کی حفاظت کی اور اسے یاد کیا اور پھر اس کو آگے پہنچایا۔‘‘

اور ایک روایت میں ہے کہ: ’’فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَ‘‘ کہ ’’بغیر کسی تبدیلی کے اس کو آگے پہنچادیا۔‘‘

خلافتِ راشدہ اور کبار صحابہؓ کے دور میں نقدِ روایات

جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا، اور خلافتِ راشدہ کا دور شروع ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے احادیث کے حافظ ہونے، اور صدق وامانت اور خیر القرون کا زمانہ ہونے کے باوجود روایتِ حدیث میں انتہا درجہ کی احتیاط فرماتے تھے، جس کی بنیادی وجہ حضور ﷺ کے وہی ارشادات گرامی تھے جو روایتِ حدیث میں کمالِ احتیاط پر مبنی تھے، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے پیش نظر نقدِ حدیث کے لیے اور روایت کی جانچ پرکھ کرنے کے لیے مختلف ذاتی معیارات بھی منتخب کیے تھے اور عمومی معیارات وضع کیے تھے، مثلاً: روایت کا نصوصِ قرآنیہ، اور قواعدِ دینیہ سے موازنہ کیا جاتا، اگر موافقت ہوتی تو حدیث کو قبول کرلیا جاتا، ورنہ رد کردیتے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو قرآن کے مخالف ہونے کی بنا پر رد کردیا، جب ان کے سامنے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت آئی، جس میں ذکر ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے ان کے لیے شوہر پر نہ ہی رہائش کو لازم فرمایا اور نہ ہی نان ونفقہ مقرر فرمایا، حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ماکنّا نترك كتاب الله وسنّة نبيّنا صلى الله عليه وسلم لقول إمرأة، لاندري لعلها حفظت أم نسيت، لها السّكنىٰ والنّفقة، قال الله تعالىٰ: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ''

ترجمہ: ''ہم قرآن وسنتِ نبوی کو کسی عورت کی کہی ہوئی بات کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے، جس کے بارے میں یہ علم نہیں کہ وہ اس بات کو یاد رکھ پائی ہے یا بھول چکی ہے، لہٰذا اس کے لیے سکنیٰ ونفقہ ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو، اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں، مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں۔''(۵)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''إن الميّت لَيُعَذَّبُ ببكاء أهلہٖ'' یعنی (یقیناً مردے کو ان کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا) کو نصِ قرآن کے مخالف ہونے کی بنا پر رد کیا اور فرمایا: ''حسبكم القرآن''. قال الله تعالى: أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى''(۶)

اس طرح احتیاط کے لیے ذاتی طور پر بھی نقدِ روایت کے لیے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معیارات وضع کیے تھے، مثلاً: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی توثیق کے لیے یہ معیار مقرر کیا کہ وہ راوی سے اس کی روایت پر شاہد اور مؤید طلب کیا کرتے تھے، جیسے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا کے لیے میراث کا فیصلہ آیا، تو فرمایا: ''میں اس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں پاتا، اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کوئی فیصلہ پاتا ہوں۔'' پھر لوگوں سے پوچھنے پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ صورت میں ''سدس'' (چھٹا حصہ) عطا فرمایا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت اُن سے فرمایا: ''هل معك أحد؟'' یعنی تمہارا کوئی تائید کنندہ ہے؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی، تب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ صادر فرمایا۔(۷)

اسی طرح جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ روایت سنائی: ''إذا استأذن أحدُكم ثلاثاً فلم يؤذن لہٗ فليرجع'' یعنی (جب تم میں سے کسی ایک نے تین مرتبہ اجازت طلب کی اور اس کو نہ مل سکی تو اس کو چاہیے کہ وہ لوٹ جائے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہ طلب کیا، پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کے حق میں گواہی دی، تب انہوں نے روایت کو قبول فرمایا۔(۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ معیار مقرر فرمایا تھا کہ وہ راوی سے اس کے سماع پر قسم لیا کرتے تھے کہ اس

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت سنی ہے، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے:

’’عن علي بن أبي طالب قال: كنت إذا سمعت من النبي صلى الله عليه وسلم حديثاً نفعني الله بما شاء منه، وإذا حدثني غيري عن النبي صلى الله عليه وسلم لم أرض حتى يحلف لي أنه سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم.‘‘

ترجمہ: ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں (براہِ راست) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق مستفید ہوتا، اور جب کوئی اور مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا تو میں اس وقت تک اس پر راضی نہیں ہوتا جب تک وہ قسم نہ کھا لیتا کہ اس نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔‘‘(۹)

بہرحال اس دور میں ذخیرۂ حدیث اور شریعت کی اس اَساس کی مختلف طریقوں سے حفاظت کی گئی، کسی نے کتابتِ حدیث سے، کسی نے کثرتِ روایت سے، اور کسی نے قلّتِ حدیث میں حفاظت کا پہلو جان کر اپنا حصہ ڈالا۔

وضعِ حدیث کے ابتدائی مراحل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ آخر میں جو قرنِ اول کے دوسرے ثلث کا ابتدائی زمانہ تھا، ان کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا، اور اُمتِ مسلمہ میں مختلف فرقِ ضالّہ کا وجود اور ظہور ہونا شروع ہوا، اور ہر ایک اپنی آراء و افکار کی تائید و دفاع کی آڑ میں اپنی رائے کو ہی دین سمجھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنے لگا، جس کی وجہ سے ذخیرۂ حدیث اور شریعت کی اس اَساس و بنیاد پر وضعِ حدیث کی اصطلاح کی صورت میں ایک نیا فتنہ اُبھر کر سامنے آیا، اور ’’مختار ثقفی‘‘ جیسے زنادقہ کے کوفہ اور دوسرے شہروں میں ظہور سے اس میں خاصی شدت آئی، جس نے اُمتِ مسلمہ کے لیے پُرخطر صورت اختیار کی، پھر بعد کی صدیوں میں اس فتنے نے کبھی آہستگی اور کبھی سرعت رفتاری کے ساتھ بدعت اور فتن کے بڑھنے کے باعث کثرتِ موضوعات کی صورت اختیار کی، یہاں تک کہ ایک ایک راوی حدیث کے نام پر کئی کئی مجموعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے وضع کر لیا کرتا تھا، خلیفہ محمد مہدی کہتے ہیں:

’’أقرّ عندي رجل من الزنادقة أنه وضع أربع مائة حديث، فهي تجول في أيدي الناس.‘‘

ترجمہ: ’’میرے پاس زنادقہ میں سے ایک شخص نے چار سو احادیث گھڑنے کا اعتراف کیا، وہ

احادیث لوگوں کے درمیان گردش کررہی ہیں۔‘‘

دوسرا واقعہ حماد بن زید رحمہ اللہ کا ہے، ان کا بیان ہے کہ:

’’وضعت الزنادقة على رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعة عشر ألف حديث.‘‘(۱۰)

ترجمہ: ’’زنادقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تقریباً چودہ ہزار احادیث گھڑ کر منسوب کیں۔‘‘

اور اس نوعیت کے مختلف اسباب کے تحت احادیث کو گھڑلیا جاتا تھا، زمانے کے آگے بڑھنے اور بدلنے کے ساتھ یہ اسباب مختلف ہوتے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں زنادقہ کا مقصد، دین میں تخریب کاری تھا، اسی طرح ہر فرقہ کے وضعِ حدیث کا مقصد، احادیث کے ذریعہ سے اپنے افکار کی تائید اور ترویج و تشہیر ہوا کرتی تھی، اور بعد کی صدیوں میں بھی کبھی ترغیب و ترہیب اور کبھی دنیا کی لالچ ملحوظِ نظر ہوا کرتی۔

وضعِ حدیث کے ابتداءِ زمانہ میں اختلاف

بہرکیف! اس بات کا یقینی علم تو مؤرخین کو نہیں ہوسکا کہ متعین واقعہ کی طرف اور کس متعین شخصیت کی طرف وضعِ حدیث کی ابتدا کی نسبت ہوئی ہے؟ اس بنا پر آج بھی اس بارے میں مختلف آراء ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا قول: وضعِ حدیث اور کذب علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ’’من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعدهٗ من النار. الحديث‘‘ کے شانِ ورود کی طرف منسوب ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی وضعِ حدیث کے کسی واقعہ کے پیش آنے کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا ہوگا، جیسے امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ’’الموضوعات‘‘ (ص:۱/ ۵۵) میں مختلف طرق سے اس سے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ کے اطراف میں ایک قوم کے پاس آکر کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے بارے میں اور تمہارے اموال کے بارے میں اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس نے زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا جس کو اس کے گھر والوں نے مسترد کردیا تھا، پھر اس نے جاکر اس عورت کے ہاں پڑاؤ ڈالا، لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے متعلق پیغام بھیجا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے، اور پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ فرما کر بھیجا کہ اگر اس کو زندہ پاؤ تو قتل کردو، اور اگر مردہ پاؤ تو جلادینا، وہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے تو اس کو مرا ہوا پاکر آگ میں جلادیا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔‘‘(۱۱)

دوسرا قول: وضعِ حدیث کی ابتدا ''مختار ثقفی'' کے کوفہ میں ظہور سے ہوئی اور یہی پہلی شخصیت ہے جس نے لوگوں کو اور بعض نام نہاد محدثین کو وضع حدیث جیسے رکیک عمل پر آمادہ کیا، یہ قرنِ اول کے ثلث ِاخیر کا زمانہ تھا، اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الموضوعات'' میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے: ''قال المختار لرجل من أصحاب الحديث: ضع لي حديثاً عن النبي صلى الله عليه وسلم، إني كائن بعدهٗ خليفة وطالب له.....''(۱۲)

ترجمہ: ''مختار ثقفی نے ایک شخص سے یہ حدیث وضع کرنے کا کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں، (اور آگے ہے کہ) اس کے بدلے یہ دس ہزار درہم اور سامان، سواری، اور خادم ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بات منسوب نہیں کر سکتا، البتہ کسی بھی صحابیؓ کی طرف منسوب کر کے اس کا قول وضع کر لوں گا، اور اس کا معاوضہ کم دے دو، مختار ثقفی نے کہا: ''عن النبي صلى الله عليه وسلم أوكد.'' اس شخص نے کہا: ''والعذاب أشدّ.'' یعنی ''اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں زیادہ تاکید ہے تو عذاب بھی اتنا ہی سخت ہے۔''

بہر حال اس شخص نے اگرچہ قبول تو نہیں کیا، لیکن کم از کم اس بات کا علم ضرور ہو جاتا ہے کہ یہ مختار ثقفی اس سلسلے کا محرِک تھا، اور اسی کے درپے رہا کرتا تھا، اور اس سے نہیں تو کسی اور آدمی سے ضرور حدیثیں وضع کرائی ہوں گی، لہٰذا اس کی طرف وضعِ حدیث کی ابتدا کو منسوب کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا قول: وضعِ حدیث کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے المناک واقعہ پیش آنے کے بعد سے ہوئی؛ کیونکہ اس کے بعد خوارج و روافض جیسے فرقِ ضالہ کا ظہور ہوا، جو کذب و افتراء علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سبب بنا ہے۔

اور اس قول کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایات سے بھی ہوتی ہے، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے:

> ''لم يكونوا يسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا: سموا لنا رجالكم، فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم، و ينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم.''(۱۳)

ترجمہ: ''صحابہ رضی اللہ عنہم سند کے حوالے سے سوال نہیں کیا کرتے تھے، البتہ جب فتنوں کا ظہور ہوا تو پھر وہ کہنے لگے: ہمیں اپنی روایات کے رجال کی شناخت کراؤ، تاکہ جو اہلِ سنت میں سے ہو تو اس کی روایت کو قبول کر لیا جائے اور بدعتی کی روایت کو نہ لیا جائے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

’’إنّا كنّا نحدّث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا لم يكن يكذّب عليه، فلما ركب الناس الصّعب والذّلول تركنا الحديث عنه.‘‘(۱۴)

ترجمہ: ’’ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے، لیکن جب لوگ ہر قسم کی سواریوں پر سوار ہونے لگے (یعنی ہر رطب و یابس بات نقل کرنے لگے) تو ہم نے (احتیاطاً) حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا۔‘‘

مذکورہ روایات کے پیش نظر یہ راجح معلوم ہوتا ہے کہ وضعِ حدیث کی ابتدا اگرچہ کم اور غیر منظم ہی سہی، لیکن قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے نتیجے میں پیش آنے والے فتن اور فرقِ ضالہ کا ظہور رہا جس سے زنادقہ کو دین میں تخریب کاری کرنے کا بہترین موقع میسر ہوا، جیسے ابن سیرینؒ کی روایات میں صراحت ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اگلے دور میں ابن سبا اور مختار ثقفی اور دوسرے زنادقہ کے دور میں اس کی ترویج وتشہیر ہوئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ یہ سمندر یہاں تھما نہیں، بلکہ جب جب علماء کا فقدان ہوتا گیا، علمی مجالس کی رونقیں مدہم ہوئیں، اور اس کے نتیجے میں شریعت کے احکام کے لیے غیر معتبر مراجع کی طرف رجوع ہوا، اور ہر طرح کے کھرے کھوٹے کو لیا جانے لگا، جس کا نقشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا ہے:

’’إن الله لا يقبض العلم إنتزاعاً ينتزعهُ من الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يبق عالماً إتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا.‘‘(۱۵)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں (کے سینوں) سے اچک کر ختم نہیں کریں گے، بلکہ علم کو علماء کے مفقود کرنے سے ختم کرلیں گے، اور جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہل سرداروں پر لپک پڑیں گے، جب ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ جہالت پر مبنی فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘

بہر حال! اسی صورت حال کے نتیجے میں لوگوں کے درمیان ضعیف جھوٹی اور من گھڑت احادیث کی ترویج ہوئی، جس سے انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کا معتبر ترین ذخیرہ داغدار ہونے کے قریب ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ بذات خود اس وحی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے:

’’إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ.‘‘(۱۶)

ترجمہ: ''ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ (اور نگہبان) ہیں۔''

لہٰذا ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے رجال کا راس اُمت کو عطا فرمائے، جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر کے اور احادیث کی خدمت کرتے ہوئے ہر صحیح وسقیم، کھرے کھوٹے میں فرق کر کے ایک طرف مفسدینِ دین اور زنادقہ کے ہر پتھر کا بدلہ چٹان سے دیا، وہیں دوسری طرف اُمتِ مرحومہ کی بہت بڑی گمراہی سے حفاظت کی، جیسے علامہ خطیب بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ''الكفاية في علم الرواية'' میں عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

''قيل لابن المبارك: هٰذه الأحاديث المصنوعة؟ قال: يعيش لها الجهابذة.''(۱۷)

ترجمہ: ''جب ابن مبارکؒ سے موضوع ومصنوع احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اس کے لیے تو کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے ماہرین زندہ ہیں۔''

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

'' يحمل هٰذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين.'' (۱۸)

ترجمہ: ''اس علم کو اگلی نسل کے ایسے انصاف پسند اہلِ علم اُٹھائیں گے، جو غلو کرنے والوں کی تحریفات، اہلِ باطل کے غلط انتسابات اور جاہلوں کی غلط تاویلات کی بیخ کنی کریں گے۔''

اور پھر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ وضعِ حدیث میں شدت کے بالمقابل محدثین اور ان رجال کا رائمہ کرامؒ نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ کے دور سے ہی حصولِ علم اور روایتِ حدیث میں احتیاط کے لیے علمی اسفار کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، جس کی بنا پر وضّاعین کی گرفت کی جاتی تھی، بعد کے زمانہ میں خاص احادیثِ موضوعہ کو بھی تالیف وتصنیف کر کے باقاعدہ جمع کیا گیا، جس کی بنا پر بہت سارا ذخیرۂ موضوعات اُمت کے سامنے پیش کیا گیا، جیسے: ''الموضوعات لابن الجوزي''، ''تذكرة الموضوعات لأبِي الفضل محمد بن طاهر المقدسي''، ''كتاب الموضوعات من الاحاديث المرفوعات لأبي عبد الله الجوزقاني''، ''اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي''، اور ان کے علاوہ بہت ساری کتابیں ہیں، جن میں ذخیرۂ موضوعات کو صحیح احادیث سے الگ کر کے یکجا جمع کیا گیا۔ (۱۹)

خاتمہ

محدثین کی انہی خدمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ذخیرہ اور وحیِ شریعت کی حفاظت

فرمائی، لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ ذخیرۂ حدیث جس طرح وضعِ حدیث سے پہلے قابلِ اعتماد تھا، آج بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین کی خدمات کی بنا پر اسی طرح قابل اعتماد ہے، اور تخریب کاروں اور مفلوج ذہنوں سے متاثر ہونے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کے کوئی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کی خاطر معتبر احادیث کی اشاعت اور موضوع روایات کی روک تھام میں اپنی وسعت کے مطابق کردار ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری صلاحیتوں کو اس کارِ خیر کے لیے قبول فرمائیں، آمین!

حواشی وحوالہ جات

١- سورة الحشر، الآية (٧)
٢-مقدمة مسلم، باب:تغليظ الكذب على الرسول: ٥٧/ ١، رقم الحديث (٥)، ط:مكتبة البشرى
٣-مقدمة مسلم، باب:تغليظ الكذب على الرسول: ٥٥/ ١،رقم الحديث (٤)، ط:مكتبة البشرى
٤-سنن الترمذي، باب ما في الحث على تبليغ السماع، ص:٩٤/ ٢، ط:قديمي كتب خانه
٥-صحيح مسلم، باب:المطلقة البائن النفقة لها، ص:٩٧٩/ ٢،رقم الحديث (٣٧٠٩)، ط: مكتبة البشرى
٦-صحيح مسلم، كتاب الجنائز، ص:٦١٧/ ١، رقم الحديث (٢١٥٠)، ط:مكتبة البشرى
٧- سنن أبي داؤد، باب في الجدة، ص:٥٣/ ٢، رقم الحديث (٢٨٩٤)، ط: مكتبة رحمانية
٨-سنن أبي داؤد، باب:كم مرة يسلم الرجل في الإستيذان، ص:٣٦٣/ ٢، رقم الحديث (٥١٨)، ط: مكتبة رحمانية
٩-الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص(٣٨)، ط:مؤسسة الرسالة
١٠-الموضوعات لإبن الجوزي، ص:٣٨/ ١، ط:دار الفكر
١١- الموضوعات لإبن الجوزي، ص:٣٨/ ١، ط:دار الفكر
١٢-الموضوعات لإبن الجوزي، ص:٣٩/ ١، ط:دار الفكر
١٣-مقدمة مسلم، باب:بيان أن الإسناد من الدين، ص:٦٢/ ١، رقم الحديث (٢٧)، ط:مكتبة البشرى
١٤-مقدمة مسلم، باب:النهي عن الرواية عن الضعفاء والإحتياط في تحملها، ص:٦٠/ ١، رقم الحديث (١٩)، ط: مكتبة البشرى
١٥-صحيح مسلم، باب:رفع العلم وقبضه، ص:١٦٣٤/ ٣، رقم الحديث(٦٧٩)، ط: مكتبة البشرى
١٦-سورة الحجر: ٩
١٧-الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص:٤٨، ط:مؤسسة الرسالة
١٨-التمهيد لابن عبد البرؒ، باب معرفة المرسل والمسند والمنقطع والمتصل، ص:٧٠/ ١، ط:دار إحياء التراث العربي
١٩-الرسالة المستطرفة للكتاني، ص:١٤٨، ط:دار البشائر الإسلامية

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....